ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

سردار عابد علی

پی- ایچ-ڈی اردو (ریسرچ اسکالر) الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر محمد ناصر آفریدی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

آفتاب اقبال شمیم کی نظم میں تکنیک کے تجربات

SardarAbid Ali
Doctoral Candidate Urdu, Alhamd Islamic University, Islamabad.
Dr. Muhammad NasirAfridi
Assistant Professor, Department of Urdu, Alhamd Islamic University, Islamabad.

***Corresponding Author:** nasirafridi3388@gmail.com

Experiences of Techniques in Aftab Iqbal Shamim's Poems

AftabIqbalShamim is a renowned name in the tradition of Urdu free verse. He enriched Urdu free verse with deep emotions, imagination and observations. Experiences of techniques in free verse makes his poems unique in farm and art. He used various techniques of fiction in modern free verse like, symbolism, dialogue, narration, collage, steem of consciousness and imagery. These techniques help him to create a multidimensional way of narration which is comprehensive and personified. AftabIqbalShamim was awarded with pride of performance award in 2005. History, existentialism, social injustice, nature, resistance is the main subjects whish are discussed in these poems with the help of techniques.

Key Words: *Free verse, Symbolism, Streem of Consciousness, Existentialism, Imagery, Narration, Resistance.*

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

آفتاب اقبال شمیم جدید اردو نظم کے نمائندہ شاعر ہیں۔ انہوں نے اردو میں آزاد نظم کو موضوعاتی، فنی اور اسلوبیاتی سطح پر نئے امکانات سے ہمکنار کیا۔ آفتاب اقبال شمیم انگریزی ادبیات کے استاد رہے۔ معاصر عالمی شاعری پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ خاص طور پر ان کی نظم جدید انسانی زندگی کی لایعنیت اور گھمبیرتا کو سادگی کے ساتھ ایک نئے پیرائے میں بیان کرتی ہے کہ وہ نظم کو مشکل یا ایبسٹرڈ بنانے کی بجائے ایک خاص تسلسل سے بیان کرتے ہیں۔ آفتاب اقبال شمیم نے انسان کی آزادی، سماج کے تغیر، فلسفہ وجودیت، فطرت کی سادگی، نوعِ آدم کی تاریخ، عالمگیریت، عالمی سامراجی رجحانات اور مقتدر قوتوں کے ماہرانہ رویوں کو تخلیقی انہماک سے نظم کا حصہ بنایا ہے کہ ایک غیر محسوس تاثر قاری کے ادراک میں سرائیت کر جاتا ہے۔ آفتاب اقبال شمیم نے جدید اردو نظم کو اپنے تجربے اور تخیل کی مدد سے نئے فنی وسائل سے جوڑا۔ اگرچہ ہمیں ان کے ہاں ترقی پسند سوچ غالب نظر آتی ہے لیکن وہ کبھی ایک فکری رجحان کے قائل نہیں رہے۔ انہوں نے اپنی نظم کو اسلوب، ہیئت اور تکنیک کے سہارے ایک ایسے نقش میں بدل دیا ہے جو قاری کے اندر تحیر، حساسیت اور جذبے کو بیدار کرتا ہے۔ ان کے ہاں یہ فنی تجربے بکھراؤ کا شکار نظر نہیں آتے بلکہ وہ کسی فنی پہلو کو اس قدر سادہ انداز میں نظم کا حصہ بناتا ہے کہ ایک سرسری نظر میں وہ تجربہ محسوس نہیں ہوتا۔ یہ ان کی بُنت کا خاصہ ہے کہ وہ نظم کو انسانی نفسیات کے عین مطابق ترتیب دیتے ہیں اور وہ فنی تجربہ نظم کی تشکیل میں جذب ہو جاتا ہے۔ یوں ان کی نظم اپنی کئی پرتیں بناتی چلی جاتی ہے۔ ان کی نظم کی کامیابی میں ایک بڑا حصہ ان کی نظمیہ تکنیک کا ہے جو ان کی نظم کو ایک خاص سمت عطا کرتی ہے۔ ذیل میں آفتاب اقبال شمیم کی نظم میں تکنیک کے تجربات کا جائزہ لیا جارہا ہے۔

انسان نے اپنی عقل کا استعمال کرتے ہوئے مختلف عناصر کے ارتباط سے فن تشکیل کیا۔ ان عناصر کی ترتیب میں اس فن میں ایک دلکشی پیدا کرتا ہے۔ ان عناصر میں عقل، تخیل، جذبات اور تکنیک اہمیت کے حامل ہیں۔ عقلی عناصر کسی فن پارے میں سائنس، سماجی اور واقعاتی استحکام کو قائم کرنے میں تخیلاتی عناصر فن پارے میں رنگینی اور خوبصورتی پیدا کرتے ہیں جبکہ جذبات ادب کی اساس ہے۔ ادب میں بھی انسان کے شعوری اور لاشعوری جذبات کا اظہار قاری کو اس فن پارے سے جوڑتا ہے۔ ادب کا چوتھا عنصر تکنیک ہے۔ ادب کو بیان کرنے کا قرینہ، راستہ، ہنر تکنیک کا مرہونِ منت ہے۔ کسی بھی ادب پارے میں حسن و تاثر اور پیشکش کا امتزاج ہی اس کی اصل خوبصورتی ہے۔ تکنیک کا استعمال زیادہ تر فکشن میں نظر آتا ہے لیکن جدید اردو نظم نے اسے عمدگی سے برتا ہے جس

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16
ماخذ تحقیقی مجلہ

سے نظم اور فکشن کے فاصلے کم ہوئے ہیں۔ لفظ تکنیک پر غور کیا جائے تو انگریزی زبان کا لفظ "Technique" یونانی زبان کے لفظ "Technikos" سے بر آمد ہوا ہے جس کے معنی "طریقہ کار" کے ہیں۔

آکسفورڈ ایڈوانس لرنرز ڈکشنری کے مطابق:

> "A method of doing or performing something especially in arts or science."(۱)

"قومی انگریزی اردو لغت" کے مطابق:

> "Technique، تکنیک، فنی پہلو، ڈھنگ، اسلوب، صنعت گری، لائحہ عمل، طریقہ کار، آدابِ فن، کاریگری، مہارت کار، تکنیکی مہارت۔" (۲)

درج بالا تعریفوں سے واضح ہوتا ہے کہ کسی فن پارے کو پیش کرنے کا انداز تکنیک کہلاتا ہے یعنی وہ طریقہ کار جس کو استعمال کرتے ہوئے فنکار اپنے موضوع کو بیان کرتا ہے۔ ادبی تکنیک کی وضاحت کرتے ہوئے ممتاز شیریں لکھتی ہیں:

> "تکنیک کی صحیح وضاحت ذرا مشکل ہے۔ مواد، اسلوب اور ہیئت سے ایک علیحدہ صنف، فنکار مواد کو اسلوب سے ہم آہنگ کر کے اسے ایک مخصوص طریقے سے متشکل کرتا ہے۔ ادب کی تعبیر میں جس طریقے سے مواد ڈھلتا ہے وہی تکنیک ہے۔" (۳)

مواد کی پیشکش کا انداز تکنیک کہلاتا ہے۔ کوئی بھی فنکار وہ فکشن نگار ہو یا شاعر، پہلے اپنے ذہن میں ایک خیال سوچتا ہے۔ یہ خیال اس کے ذہن میں مسلسل توڑ پھوڑ کے عمل سے گزرتا ہے اور جب وہ اسے لکھنے لگتا ہے تو اس کے لیے ایک خاص طریقہ کار وضع کرتا ہے۔ ہر خیال اپنا قرینہ خود لے کر آتا ہے۔ یہی قرینہ تکنیک کہلاتا ہے۔ یہ انداز علامتی، بیانیہ یا تجریدی ہو سکتا ہے اور اس کی پیشکش خط، ڈائری، روزنامچے کی صورت میں ہو سکتی ہے۔ اچھی اور موزوں تکنیک اس فن پارے کو کامیاب بناتی ہے۔

ڈاکٹر آصف اقبال لکھتے ہیں:

> "اگر مواد اور تکنیک میں خاطر خواہ تال میل نہیں ہے تو کبھی کبھی اچھا موضوع یا مواد بھی بے جا اور بے موقع تکنیک کے استعمال سے فن پارے کو بے رنگ و بے جان بنا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر موضوع اور مواد کے لیے الگ الگ موزوں تکنیک درکار ہوتی ہے۔" (۴)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16
ماخذ تحقیقی مجلہ

انسان کو زمانہ قدیم سے ہیئت اور فارم سے دلچسپی رہی ہے۔ انسان نئے تجربات کو پسند کرتا ہے اور ان کو برتنے کے بعد ایک خوشی کے احساس سے دوچار ہوتا ہے۔ ہر سماج اپنے ساتھ نئے تقاضے اور تبدیلیاں لے کر آتا ہے۔ ادب کو ان کے اظہار کے لیے اپنے آپ کو نیا کرنا پڑتا ہے۔ اسی صورت میں وہ ادب اس سماج کی روح کو بیان کر سکتا ہے۔ یہ اثرات فکری اور فنی دونوں سطحوں پر رونما ہوتے ہیں۔ ہر نئی تکنیک اپنے ساتھ ایک نیا قرینہ لے کر آتی ہے جس سے وہ فن پارہ ایک نئی روح سے ہمکنار ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

"تکنیک اور ہیئت کا مسئلہ جمالیات کا مسئلہ ہے۔ جمالیات حسن کا فلسفہ ہے۔ وہ ہر زمانے میں حالات اور واقعات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بدلتا ہے۔ جیسے جیسے زندگی میں تغیر آتا ہے معیار اقدار بدلتے رہتے ہیں۔ افراد کے مزاج اور طبائع میں تبدیلیاں ہوتی ہیں ویسے ویسے حسن کے تصورات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ تکنیک کے اصول بھی اٹل ہیں۔ ادب اور فن کی مختلف اصناف کی تکنیک ہر دور اور ہر زمانے میں تغیرات کے سانچے میں ڈھلتی رہتی ہے۔ یہ تغیرات حالات و واقعات کی تبدیلیوں سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ جب حالات و واقعات میں انقلاب انگیز تبدیلیاں ہوتی ہیں تو یہ تبدیلیاں تکنیک اور فن میں نمایاں ہوتی ہیں۔" (۵)

ادب میں تکنیک کا استعمال فکشن اور شاعری دونوں میں نظر آتا ہے۔ حالات اور سماج کے بدلاؤ سے فن میں بھی تبدیلی آتی ہے اور اس کا اظہار تکنیک سے بہتر اور کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔

ادب میں فکشن کے بعد تکنیک کا عمدہ استعمال آزاد نظم میں نظر آتا ہے۔ بعض ناقدین نے نظم کی ہیئت اور تکنیک کو اس طرح سے بیان کیا ہے کہ ان کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جدید اردو نظم میں ہیئت اس ڈھانچے کا نام ہے جس میں نظم کو بُنا جاتا ہے اور جس طریقہ کار پر بنا جاتا ہے، اسے تکنیک کہا جائے گا۔

ڈاکٹر حنیف کیفی لکھتے ہیں:

"آزاد نظم کی ترکیب میں آہنگ کی حیثیت اور کارفرمائی بحر کے ارکان کی کمی بیشی اور نتیجے میں مصرعوں کی غیر مساویت آزاد نظم کے ان لوازم کے ساتھ دو تعریفوں میں ان کے فروعات یعنی قافیہ کی درآمد اور بیک وقت کئی ہم وزن مصرعوں کی تنظیم کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک جگہ آزاد نظم نگاروں کی ایک بے راہ روی کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ سب باتیں آزاد نظم کے فن کو سمجھنے میں بڑی حد تک معاون ہوتی ہیں۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16
ماخذ تحقیقی مجلہ

آزاد نظم کی ہیئت اور تکنیک کا نقشہ کچھ اس طرح ہو گا۔ آزاد نظم کی بنیاد آہنگ پر رکھی گئی ہے۔اس میں کسی مخصوص بحر کا بنیادی یا سالم رکن وزن کا نمائندہ تصور کیا جاتا ہے جو ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔" (۶)

آفتاب اقبال شمیم کی آزاد نظم ان تمام تکنیکوں کو برتتی نظر آتی ہے جو عمومی طور پر ہمارے ہاں ناول اور افسانے میں برتی جاتی ہے۔ وہ آزاد نظم کی ہیئت میں تکنیک کو غیر محسوس انداز سے شامل کرتے ہیں کہ اس سے نظم کی ساخت اور ہیئت پر کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ تکنیک اس میں نئے معنی پیدا کر دیتی ہے اور نظم کے قرینے کو منفرد بناتی ہے۔

ڈاکٹر سعید احمد لکھتے ہیں:

"آفتاب اقبال شمیم نے روایت کے تخلیقی انجذاب کو اہمیت دی ہے لیکن روایتی ہیئتوں، لفظیات اور تکنیکوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ تقریباً تمام نظمیں Run on Line کی تکنیک میں ہیں، جس میں شعور کی رو، داخلی خود کلامی، مکالمہ، کولاژ، اساطیری علامت و استعارات، عصری آگہی کی حامل مثالیں اور شعریت سے بھرپور نثری آہنگ ان کے منفرد اسلوب کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔" (۷)

آفتاب اقبال شمیم کی نظمیں داخلی ساخت کے ساتھ ساتھ تجربات اور احساسات کو بیان کرنے کے لیے ایسی لفظیات کا انتخاب کرتی ہیں جن سے متن میں ایک انفرادیت پیدا ہوتی ہے۔ یہ انفرادیت قاری اور متن کے درمیان ایک دھند، ایک تجسس اور ایک حیرت کو جنم دیتی ہے۔اسی طلسم سے وہ نظم کو روایتی سانچے سے الگ کرتے ہیں۔ آفتاب اقبال شمیم کی نظموں میں مکالمہ، رپورتاژ، تمثال سازی، شعور کی رو، خود کلامی، علامت نگاری، کولاژ، کردار سازی، بیانیہ، فلیش بیک، فلیش فارورڈ، اپی لاگ، مونولاگ، منظر کشی، کٹ اور ڈرامہ کی تکنیکیں ملتی ہیں۔

جدید ادب کی تشکیل میں عالمی تحریکوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان تحریکوں کے زیر اثر کئی تکنیکیں سامنے آئیں جن میں سرریئلزم، تجریدیت اور علامت نگاری اہم ہیں۔ عالمی جنگوں کے بعد انسان کی ذہنی حالت میں بڑا بدلاؤ آیا۔ اس نے چیزوں کو نئے انداز سے سوچنا، سمجھنا اور بیان کرنا شروع کر دیا۔ تجریدیت نے تخلیق کار کی فکری صلاحیت میں اضافہ کیا۔ علامت نگاری سے اس نے اظہار کے وہ قرینے تلاش کیے جو جبر و استبداد کے عہد میں فنکار کے لیے راستہ فراہم کرتی ہے۔ اسی طرح سرریئلزم نے فنکار کو عقل اور منطق سے آزاد ہو کر تخلیقی عمل کو

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(P): 2709-9636 | ISSN(O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16

سرانجام دینے کا حوصلہ دیا۔ ان تحریکوں اور رجحانات نے جدید ادب کی بنیاد رکھی اور اس جدید ادب نے اپنے اظہار کے لیے فکر کے ساتھ بات کہنے کے انداز کو بھی اہمیت دی۔ تکنیک نے اس قرینے کو عملی جامہ پہنایا۔ آفتاب اقبال شمیم کی جدید نظم میں درج ذیل تکنیکوں کا اظہار عمدگی سے سامنے آتا ہے:

بیانیہ تکنیک:

زمانہ قدیم سے انسان کو قصہ کہانی اور داستان گوئی سے شغف رہا ہے۔ جدید عہد میں انسان نے اپنے ارد گرد کے واقعات اور قصوں کو ناول، ڈراما اور افسانہ میں سمو کر زندگی کی معنویت کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ آج کے مابعد جدید عہد میں قصہ اور کہانی پن صرف فکشن کا حصہ نہیں رہا بلکہ شاعری اور بالخصوص آزاد نظم میں اس کا عمدہ اظہار ہو رہا ہے۔ بیانیہ کسے کہتے ہیں، بیانیہ مختلف واقعات کو زمانی ترتیب کے ساتھ بیان کرنے کا نام ہے۔ ہر واقعہ کا بیان کنندہ ہوتا ہے اور وہ مختلف کرداروں یا کیفیات کے ذریعے کسی واقعہ یا قصہ کو تسلسل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ قصہ اور واقعہ بیانیہ کی اساس ہے۔ ایاز محمود بیانیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "بیانیہ واقعاتی سلسلے کا بیان ہے۔ ضروری ہے کہ واقعات آپس میں مربوط ہوں اور ایک زمانی تسلسل رکھتے ہوں یہ بیانیہ کی سادہ ترین تعریف ہے۔" (۸)

واقعات کا آپس میں ایک دوسرے سے جڑا ہونا ضروری ہے۔ یہ جڑت زمانی اور منطقی دونوں تناظرات میں ہو سکتی ہے۔ بیانیہ کی تعریف کرتے ہوئے شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں:

> "بیانیہ سے مراد ہر وہ تحریر ہے جس میں کوئی واقعہ (Event) یا واقعات بیان کیے جائیں۔" (۹)

بیانیہ کے لیے موضوع، زمانہ اور جگہ کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ آفتاب اقبال شمیم کے ہاں ہمیں ایسی نظمیں ملتی ہیں جو بیانیہ تکنیک پر پوری اترتی ہیں۔ ان میں واقعات ایک تسلسل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔

ان کی طویل نظم "اپنے ہونے کی سزا" سے یہ اقتباس دیکھیے:

"دیکھ!
اُس بے سقف کمرے میں مجھے تاروں کی بارش کا سماں
سن!
شکستہ آئینے کی کرچیوں پر رینگتے لمحوں کا شور

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16
ماخذ تحقیقی مجلہ

کھٹکھٹاتا ہے گلی کے بند دروازوں کو
پاگل پیل مرد
اور مسجد کے قریب
ہو گیا ہے خود بخود دو نیم برگد کا درخت
شہر میں بے ربط آوازیں
درندوں، وحشیوں کے قہقہے
اور اس نظارہ آواز کے ملبے میں
چشم و گوش بے نام ونشاں
بے خروش
آنکھ کا سیلاب کب کا تھم چکا" (۱۰)

آفتاب اقبال شمیم نے اس نظم میں کہانی کو ایک تسلسل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ حالات اور واقعات کو ایک خیالی پیکر میں ڈھال کر بیان کرتے ہیں کہ صنعتی عہد کے آدمی کے مسائل سامنے آتے جاتے ہیں۔ فرد کے داخلی آشوب کو آفتاب اقبال شمیم نے بیانیہ تکنیک کے سہارے عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ڈراما:

ڈراما بنیادی طور پر الگ سے فکشن کی صنف کے طور پر معروف ہے جس میں مختلف کردار مکالماتی صورت میں اظہار کرتے ہیں۔ پردہ گرتا ہے اور مناظر بدلتے رہتے ہیں۔ ڈراما کے عناصر اور ڈرامائی صورت حال کو نظم میں بیان کرنے کے حوالے سے ارسطو اور افلاطون کے عہد سے بحث جاری ہے۔

اس ضمن میں ژرار ژنت کی بات کو ریاض احمد کھنڈ لکھتے ہیں:

"ارسطو رزمیہ شاعروں میں ہومر کی فوقیت کا اس وجہ سے قائل ہے کہ وہ نظم میں ذاتی طور پر کم سے کم مداخلت کرتا ہے اور شاعر کے فرض کے مطابق، عام طور پر، اپنے کرداروں کو بلاواسطہ ڈرامائی طور پر، یعنی ممکن حد تک نقل کے طریقے پر پیش کرتا ہے۔" (۱۱)

آفتاب اقبال شمیم کی نظموں میں ڈرامائی تکنیک کو عمدگی سے برتا گیا ہے۔ ان کی نظم "بے انت کا سپنا" میں یونانی کلاسیکی ڈرامے کی تکنیک کو برتا گیا ہے۔ نظم میں ویت نام کی جنگ اور مزاحمت کی تحریک کو بنیاد بنا کر

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16
ماخذ تحقیقی مجلہ

سامراجی چہرے کو عیاں کیا گیا ہے۔ نظم میں مناظر بدلتے رہتے ہیں اور مختلف کرداروں کے مکالموں کے ذریعے خون آشام جنگ، جلی ہوئی بستیوں کا عالم اور کھنڈرات کی منظر کشی کی گئی ہے۔ نظم سے یہ اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"بوڑھا:
سنو! سنو! جنگلوں کی جانب ابھی نہ جاؤ
وہاں تو ہر جا
چمکتی دہشت کی دھار سے سر بریدہ شاخوں
ہلاک پتوں کے خون کی پپڑیاں جمی ہیں
سنو! سنو! جنگلوں کی جانب ابھی نہ جاؤ
سفید کرگس
تمہارے جسموں کو نوچ لیں گے
سیاہ بارود کی مچانوں پہ چُھپ کے بیٹھے
ہوئے شکاری
چمکتی آنکھوں میں قبر کھودیں گے گولیوں سے
سنو! سنو! نوجوان لڑکو
تمہارے ناخن گلاب کی پتیاں ہیں
ان سے کڑی سلاخوں کو کیسے کاٹو گے،
کیا کرو گے" (۱۲)

اس نظم میں مختلف مناظر اور کردار مل کر ڈراما کے عناصر کو آگے بڑھاتے ہیں اور یہاں نظم میں تکنیک کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

مکالمہ:

آفتاب اقبال شمیم کی نظم مکالمہ نگاری کو بطور تکنیک استعمال کرتی ہے۔ ان کا ایک پورا مجموعہ "زید سے مکالمہ" کے عنوان سے موجود ہے جس میں طویل نظمیں شامل ہیں اور ان میں مکالمہ وہ بنیادی کڑی ہے جو ان نظموں میں ایک سانچے کے طور پر کام کرتا ہے۔ زید کے کردار کے ذریعے آفتاب اقبال شمیم نے زمانے کے مصائب

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16
ماخذ تحقیقی مجلہ

کو بیان کیا ہے۔زید سے مکالمہ میں ایک بوڑھا کورس کے مکالموں کو ترتیب دیتا ہے۔اس نظم میں شاعر ایک آواز کے ذریعے زید سے مکالمہ کرتا ہے اور زید جواب دیتا ہے۔یہ اقتباس دیکھئے:

"میں:
زید! آج کل کے خبروں کے اونچے دھماکے سنیں
کیا خبر
برف کے زخم کھائے ہوئے ہاتھ کی پشت پر
روشنی تیز ریزر سے نیلی رگیں کاٹ دے
اور تیزاب میں دھل کے اجلے بدن" (۱۳)

اسی طرح انہوں نے نظم "زمین اور میں" میں مکالمہ کی تکنیک سے عمدگی سے کام لیا گیا ہے۔یہ اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

"پھر مجھے ماں نے
پلو میں بندھی ہوئی وقت کی ریزگاری کے
دو چار سکے تھما کر
عجب پیار سے تھپتھپاتے ہوئے یوں کہا
جاؤنا! جاکے عمروں کے میلے میں ہو آؤنا!" (۱۴)

آفتاب اقبال شمیم کی نظم میں مکالمہ بھی بوجھل پن کا باعث نہیں بنتا بلکہ نظم کے شعری حسن میں اضافہ کرتا ہے۔انہوں نے مکالمہ سے نظم کی بُنت کو نیا رنگ دیا ہے۔

علامت:

جدید اردو نظم میں علامت نگاری نے اظہار کو نیا قرینہ سکھایا ہے۔علامت سے مراد وہ بیان ہے جس کے ذریعے جو کہا جائے اس کے معنی اس سے الگ لیے جائیں۔علامت کے استعمال سے انسانی ذہن معنی کی نئی جہات سے آشنا ہوتا ہے۔علامت کے حوالے سے تبسم کاشمیری لکھتے ہیں:

"علامت کسی غیر مرئی حقیقت کا مرئی نشان ہے۔یہ مرئی نشان غیر مرئی حقیقت کی نمائندگی کرتا ہے۔یہ غیر مرئی حقیقت چونکہ معنی خیزی رکھتا ہے۔اس سے اس کے پیچھے گنجلک و پیچیدہ خیالات و محسوسات کا ایک سلسلہ بنتا ہے اور علامت ان خیالات کے تصورات

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16

ابھارنے کے فرائض اختیاری عمل سے سرانجام دیتی ہے اور ان کے تصورات سے جو معنویت و مفہوم مرتب ہوتا ہے وہ ہمیشہ غیر یقینی ہوتا ہے۔ علامتی معنویت یقینی نہیں ہو سکتی جب معنوی رشتے یقینی ہو جائیں تو علامت ایک روایتی نشان بن جاتی ہے۔" (۱۵)

اردو میں علامت کا چلن فرانس کی تحریک علامت نگاری کے زیر اثر آیا۔ ملارمے، بوریسز اور ورلین نے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔ اردو میں علامت کو ایک تکنیک کے طور پر تجرباتی طور پر اپنایا گیا۔ میراجی نے اسے نظم میں عمدگی سے برتا۔ ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

"علامت پسندوں کا عقیدہ تھا کہ سچائی اور حقیقت کی اس دنیا کے پس پشت ایک ایسی حسین و جمیل دنیا بھی ہے جس کا ادراک شاعر کو روحانی کیف اور جمالیاتی حظ مہیا کر سکا ہے۔" (۱۶)

آفتاب اقبال شمیم کی نظم میں دیومالائی علامتیں عمومی شاعری کے مزاج سے ہٹ کر ہیں۔ ان کے ہاں علامتی اظہار متن کو کثیر المعنویت عطا کرتا ہے۔ وہ علامت کی تکنیک کو استعمال کرتے ہوئے نظم کو ایک اشارہ میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ان کی علامت عالمی سامراجی نظام اور ملکی سطح پر سیاسی جبر کے خلاف مزاحمت کرتی ہیں۔ " افریقہ اگلے محاذ پر" اور "اعلان نامہ بیروت" اس ضمن میں اہم نظمیں ہیں۔ انہوں نے یہ نظمیں مارشل لاء کے عہد میں لکھیں جو پاکستان کے ایک سیاہ دور کے خلاف ان کا ردِ عمل ہیں۔ نظم " افریقہ اگلے محاذ پر" سے یہ اقتباس دیکھیے:

"عنتر نے دھاوا بول دیا ہے
دیکھ! سفید انسانیت کے خیموں پر
پنجے سخت طنابوں کے
جنگل کے محکوم بدن پر ڈھیلے پڑتے جاتے ہیں
کل کے طبل پر چوٹ پڑی ہے
دیکھ! تڑپتی شہ رگ کی
ہر ہر بستی میں مینار الاؤ کے
روشن ہوتے جاتے ہیں
کل آزادی کی ہریالی پھوٹے گی" (۱۷)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16
ماخذ تحقیقی مجلہ

آفتاب اقبال شمیم اس نظم میں افریقہ کی مناسبت سے بیلوں اور پودوں کو علامت بنا کر وہاں کی ویرانی میں بہار کے استعارے تراشتے ہیں۔ وہ علامت کے سہارے بڑی سہولت سے اس بات کو کر جاتے ہیں جو عام طور پر شعرا کے لیے کہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ علامت کی تکنیک انہیں صورت حال کو کنجلک بنانے کے عمل سے روکتی ہے۔ "نیم اجنبیت کے پل پر"، "منجمد ندی کی زنجیر"، "دھند میں اٹھتا ہاتھ" اور "زید سے مکالمہ" ان کے ہاں علامت کے کامیاب تجربے ہیں۔ وہ علامت کے ذریعے اس خطے کے لوگوں کی نسل در نسل محرومی کو بیان کرتے ہیں۔ وہ نظم کے مرکزی کردار یا دیگر اشیا کو علامت میں ڈھال کر اس میں محسوساتی تاثر بیدار کر دیتے ہیں اور واقعات کو سہولت سے بیان کرتے ہیں۔ ان کی علامت نظم کے فکری نظام کو برتنے میں معاونت کرتی ہے۔

رپورتاژ:

آفتاب اقبال شمیم کی نظم میں رپورتاژ کو بطور تکنیک کے برتا گیا ہے۔ وہ مختلف اہم ملکی اور غیر ملکی واقعات کو ایک رپوتاژ کے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ان کی نظم کی بنت اس انداز میں سامنے آتی ہے کہ کوئی ایک واقعہ رپورٹ کر رہا ہے لیکن وہ اس رپورتاژ کو بکھرنے نہیں دیتے۔ وہ رپورتاژ کے فن کو عمدگی سے نظم کے کرافٹ کا حصہ بناتے ہیں۔ اگر قاری کو اس کے ساتھ رپورتاژ کا لفظ لکھا ہوا نہ ملے تو وہ اسے ایک عام نظم کے طور پر پڑھے گا۔ ایسی نظموں میں رُوداد کا مکمل تاثر ابھرتا ہے۔

ان کی نظم "حبس کی خواب گاہ سے (ایک رپورتاژ)" سے یہ اقتباس دیکھئے:

"ہوا شرارت سے روز آ کر بٹن دباتی ہے
اور اندر
ذرا سی آواز گونجتی ہے
وہ دائیں کھڑکی سے اپنے چوبی بدن پہ رکھا ہوا کسی کا
بناوٹی سر نکالتا ہے
ہمیشہ یکساں جواب دیتا ہے" (۱۸)

کولاژ:

کولاژ انگریزی لفظ "Collage" سے اخذ کیا گیا ہے۔ کولاژ اصل میں مصوری کی تکنیک ہے جس میں پتھر کے مختلف ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک Pattern بنایا جاتا ہے۔ یوں ادب میں کولاژ کو عمدگی سے برتا گیا، خاص طور پر

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(P): 2709-9636 | ISSN(O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16

جدید اردو نظم نے کولاژ کو عمدگی سے برتا ہے۔ آفتاب اقبال شمیم کی نظم میں یہ تکنیک اکثر دیکھنے کو ملتی ہے جس میں نظم کے مختلف حصوں کو کٹ کی تکنیک سے الگ کیا جاتا ہے یا نظم کے مختلف حصوں میں نمبر لگا کر ان حصوں کو آخر میں ایک کلیت میں جوڑ دیا جاتا ہے۔ آفتاب اقبال شمیم نے اپنی نظم "دھوپ اور دھند" میں کولاژ کا عمدہ تجربہ کیا ہے۔

یہ اقتباس دیکھیے:

"کون زمیں پر اتنے ظلم روا رکھتا ہے
وہ یا ہم خود
جو شاید اس کی ہی بکھری شکلیں ہیں
ایسا ہے تو اپنے آپ سے شکوہ کیا
ہم جو آدھ ادھورے ہیں تو وہ بھی
کسر اکائی ہے
(۴)
کیا معلوم کہ اس خود گر کو
صدیوں کی صدیاں لگ جائیں
اپنے آپ کو برہم کرنے اور بناتے رہنے میں
کیا معلوم مکمل کر لے
اپنی کسر اکائی کو" (۱۹)

۵

تمثال نگاری:

شاعر اپنے تجربات اور مشاہدات کو تخیلاتی صورت میں ڈھالتا ہے تو لفظی تصویریں بنتی ہیں۔ اصطلاح میں اسے امیجری، تمثال نگاری، محاکات اور پیکر تراشی کہا جاتا ہے۔ تمثال نگاری میں شاعر ذہن میں پیدا ہونے والے عکس کو کسی تصویر میں ڈھال دیتا ہے۔ آفتاب اقبال شمیم کی نظم میں تمثال آفرینی کا عمل ایک فطری عمل ہے۔

تمثال آفرینی کے حوالے سے ابوالاعجاز صدیقی لکھتے ہیں:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16
ماخذ تحقیقی مجلہ

"تمثال ترجمہ ہے انگریزی اصطلاح "امیج" کا اور امیج سے مراد کسی شے کا وہ تصور ہے جو شاعر کے مہیا کئے ہوئے الفاظ کے ذریعے ہماری چشم تصور کے سامنے آتی ہے۔ محسوس اشیا کو قاری کے چشم خیال کے لیے روشن کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ شاعر کا کمال اس بات میں ہے کہ وہ مجردات و کیفیات کو بھی ایسا ہی پیکر فراہم کر دیتا ہے۔" (۲۰)

آفتاب اقبال شمیم نے اپنی نظم "درخت" میں تمثال نگاری کا عمدہ تجزیہ کیا ہے۔
یہ اقتباس دیکھیے:

"ابھی ابھی برف کی چڑیلیں
ہری ہری مسکراہٹوں کو
شگفتہ چہرے سے نوچ لیں گی
ابھی ابھی باؤلے دنوں کی
سیہ لٹکتی ہوئی زبانیں
صرر صرر چاٹنے لگیں گی ترے بدن کو
خزاں کا سفاک لکڑہارا
ابھی ترا انگ انگ کاٹے گا، پھانسیاں سی
تجھے بلندی سے پستیوں میں کڑک کڑک
کھینچنے لگیں گی" (۲۱)

شعور کی رو:

شعور کی رو فکشن اور شاعری کی معروف تکنیک ہے۔ خیالات کے آزادانہ بہاؤ کو شعور کی رو کہا جاتا ہے۔ نظم میں خیالات کو اس انداز سے ترتیب دیا جاتا ہے کہ بات سے بات نکلتی جاتی ہے اور ایک منطقی ربط میں ڈھل جاتا ہے۔ نظم میں جدت آئی تو شاعروں نے پیشکش کے نئے قرینے تلاش کیے۔ یہ اقتباس دیکھیے:

"ماحول اور منظر کشی کے علاوہ فرد کے دماغ میں پیدا ہونے والے خیالات اور احساسات کو پیش کیا جانے لگا۔ مشہور امریکی نفسیات دان ولیم جیمز کے نظریات کو بنیاد بنا کر شعور کی رو میں بہتے چلے جانے والے خیالات کو ضبطِ قلم میں لایا جانے لگا۔ اس انداز نے باقاعدہ ایک

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16
ماخذ تحقیقی مجلہ

تکنیک کی حیثیت اختیار کر لی جس میں جذبات کے بہاؤ کو دوامی خود کلامی کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔" (۲۲)

فکشن میں جیمز جوائس کے ناولوں میں اس تکنیک کو عمدگی سے برتا گیا ہے۔ ورجینا وولف، ونڈم لیوس، مارشل پروست اور رچرڈسن نے اسے عروج پر پہنچایا۔ جدید اردو نظم میں میرا جی کے ہاں یہ تکنیک عمدگی سے سامنے آئی۔

آفتاب اقبال شمیم نے شعور کی رو کو نہایت مہارت سے نظم کا حصہ بنایا ہے۔ انہوں نے خاص طور پر طویل نظموں میں شعور کی رو کو خود کلامی کو بیان کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ وہ تخاطب اور بیانیہ رنگ کو شعور کی رو کے ساتھ ملا کر مصرعوں کی تکرار کو بڑھا کر نظموں میں حسن پیدا کرتے ہیں۔

ان کی نظم "اپنے ہونے کی سزا" سے یہ اقتباس دیکھئے:

"دل۔۔۔ ہوا میں کانپتا پتہ۔۔۔ ہمیشہ مضطرب
روز و شب کے معنی و اسلوب سے نامطمئن
چاہتا تھا توڑ دے خود بیں خداؤں کے سیہ آئین کو
مشرق و مغرب میں حائل فاصلے کو پاٹ دے
خود ستائش گر نظر سے
چھین لے وہ عکس جو آئینہ گر کا فیض تھا
اور دھو دے
بے بصر دل کی سیاہی" (۲۳)

اس نظم میں شعور کی رو کے ساتھ علامت اور بیانیہ کی تکنیک کو بھی برتا گیا ہے۔ شعور کی رو کی تکنیک کے تحت داخلی خود کلامی کے دوران نظم کا مرکزی کردار چیزوں، مناظر، حالات اور واقعات کو کبھی تجسیم کے عمل سے گزار کر، کبھی علامت اور کبھی استعارے میں ڈھل کر محسوسات کو جگاتی ہے۔

خواب:

آفتاب اقبال شمیم کی نظموں میں خواب بھی ایک تکنیک کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ ان کی اکثر نظموں کا عنوان بھی خواب در خواب سے مماثل ہے۔ وہ نظم میں ایک خواب کا بیان کرتے ہیں کہ خواب خود کلامی اور شعور کی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16

ماخذ تحقیقی مجلہ

روکا روپ دھار کر نظم کے پیرائے میں کسی منطق اور صورت حال کو آشکار کرتے ہیں۔"طلسم بے اسم" ، "خواب در خواب"، "خواب آفریں" ، "خواب کی خالی مچان"، "خوب صورت عورت کا خواب"، "مرگِ یک خواب"، "زمانہ بازار بن گیا"، "رہٹ چل رہا ہے" اور "سفر نصیب سفر" جیسی نظموں میں ایک خواب کا بیان ملتا ہے۔ وہ خواب کو نظم کی طاقت کے طور پر لے کر آتے ہیں۔ وہ خواب کا سہارا لے کر وہ کچھ کہہ جاتے ہیں جو ان کی دوسری نظموں میں کم ہی ملتا ہے۔ نظم "مرگِ یک خواب سے یہ اقتباس دیکھئے:

"وہ بڑا شہر
اتنا بڑا شہر کیوں دیکھتے دیکھتے
منہدم ہو گیا ہے
اور ٹکڑوں میں بے ضرب ہی منقسم ہو گیا
ایک اتنا بڑا خواب آدرش کے عرش سے
گر گیا اب جنوں کرچیاں فرش سے
سائیکی! غالباً حرکِ معمول کے تجربے
ناپ، پیمائش، ضابطے اور پابندیاں
تجھ کو بھاتی نہیں
دیکھ تیرے سخی نام پر
نائیکہ خوش ہے" (۲۴)

فلیش فارورڈ، فلیش بیک:

آفتاب اقبال شمیم کی نظموں میں فلیش فارورڈ اور فلیش بیک کی تکنیک بھی استعمال ہوئی ہے۔ خاص طور پر ان نظموں میں جو تاریخی شعور کی حامل ہیں۔ وہ فلیش فارورڈ اور فلیش بیک تکنیک کے ذریعے کبھی زمانے میں آگے دیکھتے ہیں اور کبھی ماضی میں چلے جاتے ہیں۔ وہ ان دونوں تکنیکوں کو اس طرح سے غیر محسوس انداز میں برتتے ہیں کہ قاری کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ تکنیک کس وقت سامنے آئی وہ جب اس صورت حال سے گزر رہا ہوتا ہے اس وقت اسے پتا چلتا ہے۔ "والیریا کے ساتھ آدھی شام" میں وہ نظم کے کردار کی کیفیت کو بیان کرتے کرتے سینٹ پیٹرس برگ میں ٹالسٹائی کے بارے میں بتانے لگتے ہیں۔ یہ اقتباس دیکھئے:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16

"ٹالسٹائی تو کتابِ غم کی صرف و نحو کا ماہر تھا
اب متروک ہے
میری باطن کی ثقافت میں بلیک اور بودلر
کشفِ علامت سے ملائیں نفس کو آفاق سے
لفظ و معنی اور تمثال و اشارہ بال و پر کھولے ہوئے
اور نیچے آبنائے زندگی پھیلی ہوئی
کون جانے لفظ کے ایجاد گر کا
اس سے آگے بھی کوئی آدرش ہو
اور سچ پوچھو تو سب آدرش مر جاتے ہیں" (۲۵)

آفتاب اقبال شمیم کی نظموں میں قلبی واردات اور باطنی جذبات و احساسات کے اظہار کے لیے فنی طور پر خود کلامی، مکالمہ، کردار، کولاژ، رپورتاژ، خواب، تمثال، فلیش فارورڈ، فلیش بیک، ڈراما، علامت اور بیانیہ تکنیک کا سہارا لیتے ہیں۔ ان تکنیکوں کے استعمال سے نظم کے باطنی پہلو آشکار ہوتے ہیں۔ یہ تکنیک نظم کی فطری روانی میں معاون ہوتی ہیں اور بعض صورتوں میں نظم میں کہانی اور افسانوی انداز پیدا کرتی ہیں۔ کبھی مکالمہ کسی فلسفے کی گرہیں کھولتا ہے تو کبھی کولاج کی مدد سے دنیا جہان کے بکھراؤ کو کسی ایک سمت میں اکٹھا کر دیتے ہیں اور ایک سوچنے والے ذہن کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

جدید اردو نظم کی ترقی میں تکنیک نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ تکنیک ہی ہے جو نظم اور دیگر فن کی اقسام کو ایک دوسرے کے قریب لاتی ہے۔ تکنیک کا غیر روایتی استعمال آفتاب اقبال شمیم کو ایک مابعد جدید شاعر بناتا ہے۔ ان کی نظم دھند اور خواب کے ماحول میں بہتی ہوئی آگے بڑھتی ہے جہاں استعارے قافیے سے زیادہ وجود، فلسفہ، آرٹ، زمان و مکاں کی سرحدوں سے پرے ایک محسوساتی دنیا قائم کرتے ہیں۔ جہاں وہ ماضی کی کرب آمیزی، نارسائیوں اور محرومیوں سے ایک ایسے انسان کا تصور اجاگر کرتے ہیں جو حال دوست ہے، جو مشینوں کے عہد میں درختوں، پرندوں، ندیوں کی بات کرتا ہے۔ جو عالمی سرمایہ داریت اور پوسٹ نائن الیون دنیا کے مسائل کا ادراک رکھتا ہے۔ تکنیک ان کے فن کو انفرادیت عطا کرتی ہے۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16
ماخذ تحقیقی مجلہ

حوالہ جات

1. Oxford University Learners Dictionary, 5th Edition, Oxford University Press, 1996, P.1226

۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، قومی انگریزی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول ۱۹۹۲ء، ص ۷۰۲

۳۔ ممتاز شیریں، معیار، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۲۰ء، ص ۳۸

۴۔ آصف اقبال، ڈاکٹر، جدید افسانہ: تجربے اور امکانات، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۷ء، ص ۱۹

۵۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، ناولٹ کی تکنیک، مشمولہ: نقوش، لاہور، شمارہ ۲۰۔۱۹، اپریل ۱۹۵۲ء، ص ۳۲۳

۶۔ حنیف کیفی، ڈاکٹر، آزاد نظم کی ہیئت اور تکنیک، مشمولہ: اردو نظم ہیئت اور تکنیک (اوراق کے منتخب مضامین)، مرتبہ: خوشحال ناظر، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۸ء، ص ۷۱

۷۔ آفتاب اقبال شمیم، نادریافتہ، (کلیات) پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء، ص ۸

۸۔ مکالمہ (ہم عصر اردو افسانہ نمبر ۲)، مرتبہ: مبین مرزا، اردو بازار، کراچی، جنوری ۲۰۰۸ء تا جولائی ۲۰۰۹ء، ص ۴۹۲

۹۔ شمس الرحمٰن فاروقی، افسانے کی حمایت میں، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۲۰۰۶ء، ص ۱۹۳

۱۰۔ آفتاب اقبال شمیم، زید سے مکالمہ (طویل نظمیں)، ثبات پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۲۵

۱۱۔ ریاض احمد کھنڈ، جدید اردو نظم میں خطیبانہ اور بیانیہ عناصر، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی، شعبہ اردو، کشمیر یونیورسٹی، حضرت بل سری نگر، ۲۰۱۷ء، ص ۱۳۶

۱۲۔ آفتاب اقبال شمیم، زید سے مکالمہ (طویل نظمیں)، ثبات پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۳۱

۱۳۔ ایضاً، ص ۳۱

۱۴۔ آفتاب اقبال شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء، ص ۱۱

۱۵۔ تبسم کاشمیری، جدید اردو شاعری میں علامت نگاری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۱۴۴

۱۶۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، نظم جدید کی کروٹیں، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۰ء، ص ۱۰۲

۱۷۔ آفتاب اقبال شمیم، فردانژاد، ثبات پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۱۴

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۴۸

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-16

۱۹۔ آفتاب اقبال شمیم، زید سے مکالمہ (طویل نظمیں)، ثبات پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۱۵۷

۲۰۔ ابوالاعجاز صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۴۸

۲۱۔ آفتاب اقبال شمیم، نادریافتہ، (کلیات) پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء، ص ۲۲۱

۲۲۔ کلیم الدین احمد، پروفیسر، فرہنگ ادبی اصطلاحات، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۸۴

۲۳۔ آفتاب اقبال شمیم، زید سے مکالمہ (طویل نظمیں)، ثبات پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۲۸

۲۴۔ آفتاب اقبال شمیم، گم سمندر، ثبات پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء، ص ۹۳

۲۵۔ ایضاً، ص ۸۹